رجسٹرڈ انگلیشیہ نمبر ( )

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ .... ۔/

ششماہی .... ۔/

سہ ماہی .... ۔/

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

جلد (۲) | ۱۰ اردی سنہ ۱۳۵۲ ف | ۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۱ ھجری | ۱۴ نومبر سنہ ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۳۱)

ہندوستان کا سیاسی تعطل

مسٹر راجگوپال چاری کی تجاویز اور ان کا ردعمل

امید افزا صورت حال

مسٹر ونڈل ولکی نے امریکہ سے اپنی تقریر نشر کرتے ہوئے ہندوستان کا جو ذکر کیا تھا اس کی آواز بازگشت امریکہ، انگلستان اور ہندوستان کے جرائد میں سنائی دی۔ دوسری طرف مسٹر ورنن بارٹلٹ نے ہندوستان کے سیاسی تعطل کو حل کرنے کے لئے ایک اسکیم پیش کی۔ ہندوستان میں مسٹر راج گوپال چاری کی تقریریں اور مسٹر جناح کے بیانات جرائد کے لئے موضوع بحث بنے رہے۔ مسٹر جناح ایک عرصے سے خاموش تھے۔ ایک حالیہ بیان میں وہ کہتے ہیں کہ

> سیاسی تعطل کو حل کرنے کے لئے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کے جتنے بھی روزانہ کسی نہ کسی نئی اسکیم کی پتنگ بازی عمل میں آرہی ہے۔ اس لئے میرے لئے یہ بے حد مشکل ہو جاتا ہے کہ ان میں سے ہر اسکیم پر اپنے خیالات کا اظہار کروں اس لئے کہ ان میں ہر ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے ...... میں پھر کہتا ہوں کہ کوئی ایسی اسکیم جس میں موجودہ دستور یا ہندوستان کے قوانین میں بنیادی تبدیلیاں مضمر ہوں یا جو مسلم مطالبہ پاکستان کے کسی طرح خلاف یا نقصان رساں ہو یا اس پر کچھ بھی اثر رکھنے والی ہو تسلیم نہیں کر سکتے اور نہ کوئی ایسی اسکیم قبول کر سکتے جس سے غیر ملکی سنگینوں کی مدد سے ہندو اکثریت کی حکومت اور قیادت قائم ہو۔
>
> مجھے افسوس ہے کہ انگلستان اور امریکہ دونوں جگہ رائے عامہ کا ایک حصہ اس ذہنی براعظم میں بسنے والی دو بڑی اقوام کے دستوری مسئلہ کے تصفیہ میں مضمر حقائق اور مسائل کو نظرانداز کرتے ہوئے محض جنگی ضروریات کے دباؤ کے تحت کانگریس کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے قسم قسم کی تجاویز اور مشورے پیش کر رہا ہے۔

مندرجہ بالا بیان میں مسٹر جناح کا اشارہ غالباً مسٹر راج گوپال چاری اور مسٹر ورنن بارٹلٹ کی طرف ہے۔ صورت حال میں امید افزا رجحانات پیدا ہونے کے باوجود اب تک کوئی ایسی اسکیم تیار نہیں ہوئی جو سب جماعتوں کے لئے قابل قبول ہو۔ مسٹر جناح کے رجحان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسٹر راج گوپال چاری اور مسٹر ورنن بارٹلٹ کی اسکیم قبول کرنے تیار نہیں۔ تعطل۔

اندرونی خلفشار اور جماعتی اختلافات سے قطع نظر خود حکومت برطانیہ بھی ایسی جدید تجاویز پیش کرنے تیار نہیں ہے جس سے سیاسی تعطل دور ہو سکے تا وقتیکہ حکومت برطانیہ کو یہ باور کرنے کی وجہ نہ ہو کہ ان تجاویز کو عام طور پر قبول کر لیا جائے گا۔ اور دوسری طرف جب تک ہندوستان کی اہم سیاسی جماعتوں میں سمجھوتہ نہ ہو تعطل دور ہونے کا امکان نظر نہیں آتا۔ مثلاً جب تک مسٹر جناح کو یقین نہ ہو جائے کہ عارضی قومی حکومت کا قیام مطالبہ پاکستان کے منافی نہ ہوگا وہ کسی مشترکہ مطالبہ کے فریق بننے کے لئے تیار نہیں۔ اسی طرح ہندو مہاسبھا مسٹر جناح کے مطالبہ کی تائید کرنے آمادہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی سیاسی جماعتیں ایک دوسرے سے قریب نہیں آرہی ہیں اور حکومت برطانیہ مرکزی حکومت میں تبدیلی کرنے کے لئے کوئی ایسا فارمولا پیش کرنے سے احتراز کر رہی ہے جس پر ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں پیشتر ہی سے متفق نہ ہو جائیں۔

مسٹر راج گوپال چاری اپنی تقریروں میں باہمی سمجھوتہ کے لئے اپیل کر رہے ہیں۔ ڈیوک آف ڈیون شائر کے چیلنج کے جواب میں انہوں نے دوران جنگ کے لئے ایک عارضی مرکزی حکومت کے لئے تفصیلی تجاویز مرتب کی ہیں۔ مسٹر راج گوپال چاری کی یہی ایک اسکیم ہے جو اس وقت جرائد میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ یہ کہنا اس وقت دشوار ہے کہ آیا کانگریس اور کانگریسی قائدین اس اسکیم کو قبول کر لیں گے۔

مسٹر راج گوپال چاری کی اسکیم کی نسبت مسٹر جناح نے اپنے بیانات میں براہ راست کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ اس میں شک نہیں کہ اس اسکیم میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر راج گوپال چاری مسلم لیگ کے مطالبہ کو کس حد تک قبول کرنے تیار ہیں۔ اس اسکیم کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ایسے وقت شائع ہوئی جب کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ و مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقد ہو رہے ہیں۔ مسلم لیگ کے قائدین کو اس پر غور کرنے کا کافی موقع مل رہا ہے۔ چنانچہ مدراس میں ایک تقریر کے دوران راجہ جی نے کہا ہے کہ:

> "جس عارضی حکومت کے قیام کا میں نے مشورہ دیا ہے اس سے مطالبہ پاکستان کو نقصان نہ پہنچے گا اور میں مسٹر جناح

[illegible]

مملکت ہفتہ وار

جلد (۲) ۱۰ اردی بہشت ۱۳۵۲ف نمبر (۳۱)

جدید محاصل ناگزیر ہیں

سنہ ۱۹۱۹ء میں مسٹر آسٹن چیمبرلین وزیر مالیات برطانیہ عظمیٰ نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:-

"اگر ہم اسی رفتار سے خرچ کرتے رہیں جس طرح کہ اب کر رہے ہیں تو ہمارا قومی دیوالیہ ہو جائے گا۔ اس کے متعلق ذرہ برابر شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ——— اگر ہماری موجودہ صنعتی و زرعی پیداوار میں اضافہ نہ ہوا تو ہمارا قومی دیوالیہ یقینی ہے۔"

بالکل یہی کیفیت آج حیدرآباد کی ہے۔ کاش چند سال قبل ہی ملک کو ان حالات سے روشناس کرایا جاتا جو ریاست کے مالیہ پر اثر انداز ہوتے رہے۔ دور اندیشی کی جو پالیسی آج اختیار کی جا رہی ہے اگر چار سال قبل ترتیب موازنہ کے وقت اختیار کی جاتی تو حکومت اور اہل ملک کو ان ناگوار حالات سے دوچار ہونا نہ پڑتا۔ بعض ارباب فکر و نظر اس سے قبل یہ اندیشہ ظاہر کر چکے ہیں کہ ہمارا مالیہ اس قدر مستحکم نہیں جس قدر کہ سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اس امر کی جانب توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی تھی کہ مالیہ کو مستحکم بنانے کے لئے دور اندیشی کی پالیسی اختیار کی جائے لیکن ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔

خسارہ۔ آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس نے اپنے دورہ میں جو بجٹ موازنہ پیش فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۵۳ف کی آمدنی کا اندازہ (۹۳۷۴ء۱۳) لاکھ اور خرچ (۹۳ء۱۳۱) لاکھ ہوتا ہے اور اس طرح (۱۸ء۳۰) لاکھ کا خسارہ ظاہر ہوتا ہے۔ تفصیلات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع شدہ فاضلات اور سر رشتہ داری بجٹ پر بھی موازنہ کو متوازن کرنے کے بار ڈالا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو موازنہ میں درحقیقت (۹۱ء۹۱) لاکھ کا خسارہ ہوتا۔

جنگ کی وجہ سے جو اخراجات لاحق ہوئے ہیں اُن میں بہ حالت موجودہ کمی کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ایسی صورت میں نہ صرف (۱۹۷) لاکھ کے خسارہ کی پابجائی کرنا ہے بلکہ آنے والے کثیر تر اخراجات کی تکمیل کے لئے ذرائع بھی تلاش کرنا ہے۔ موازنہ میں جو اعداد بتائے گئے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بالواسطہ اور بلاواسطہ جنگی مصارف کی تعداد (۹۸ء۲۱۰) لاکھ ہے۔ موازنہ کو متوازن کرنے کے لئے بالعموم حسب ذیل طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

(۱) مصارف نظم و نسق میں کمی

(۲) قرض کے ذریعہ پابجائی

(۳) توفیر آمدنی کی اسکیموں کو رو بعمل لانا

(۴) انکم ٹیکس اور دیگر محاصل

تخفیف مصارف

بعض حضرات کا خیال ہے کہ مصارف نظم و نسق کو گھٹانے سے موازنہ متوازن ہو جائے گا ہم اس سے ضرور قائل ہیں کہ موجودہ مصارف میں کمی اور کہیں اضافہ ضروری ہے لیکن اس کے قائل نہیں کہ مصارف نظم و نسق کو گھٹانے سے موازنہ متوازن ہو سکتا ہے اور نہ آج تک دنیا کے کسی متمدن ملک میں ایسا ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نظم و نسق کے مصارف کو ایک حد تک گھٹایا جا سکتا ہے اور یہ امر موجب طمانیت ہے کہ اسی احساس کے تحت حکومت نے تخفیف مصارف کی ایک کمیٹی کے تقرر کا اعلان کیا ہے اور اس غرض کے لئے ایک لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ موازنہ کو متوازن کرنے کے لئے تخفیف مصارف کے علاوہ دوسرے ذرائع تلاش کرنے پڑیں گے۔

قرض

لارڈ اسنوڈن نے جو برطانیہ عظمیٰ کے ایک اعلیٰ ماہر مالیات سمجھے جاتے تھے اور جو کئی سال تک برطانوی حکومت اور لیبر حکومت کے دور میں وزیر مالیات رہ چکے ہیں قرض کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:-

"قرض سے کر موازنہ کو متوازن کرنا خاص کر ایسے حالات میں جبکہ اخراجات میں آئے دن اضافہ کے امکانات موجود ہوں بیرونی اثرات کے تحت ملک کی پیداوار کا بیشتر حصہ غیر منفعت بخش ثابت ہو رہا ہو سخت ناعاقبت اندیشی ہے۔ ایسی پالیسی کی وجہ سے ایک طرف تو موجودہ نسل پر بلاواسطہ ضرب پڑتی ہے اور دوسری طرف آنے والی نسلیں ہمیشہ معاشی الجھنوں میں گرفتار رہتی ہیں۔ پس لازم ہے کہ امور مالیات کی پالیسی یہ ہونی چاہئے کہ جیسے جیسے مصارف عائد ہوتے جائیں اسی وقت ان کی پابجائی کی جائے تاکہ اس مدت کے گذرنے کے بعد ملک بھی اپنے آپ پر کوئی بوجھ محسوس نہ کرے اور آنے والی نسلیں اپنے پیشروؤں کے قرض کے بوجھ سے محفوظ رہیں اور اپنی موجودہ اور آئندہ ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔"

اس مدبرانہ حکمت عملی پر غور کیا جائے تو مشکلات کو حل کرنے کے راستے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جب حکومت کسی مد سے قرض لیتی ہے تو یہ قرضہ تین ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) کسی فرد کی حقیقی پس انداز شدہ رقم سے (۲) تجارتی کمپنیوں کے محفوظ شدہ رقوم سے (۳) اور بینک کریڈٹ کے ذریعہ۔ ظاہر ہے کہ پہلے دو ذرائع سے جو رقم حکومت حاصل کرتی ہے وہ منفعت بخش نہیں ہوتی۔ اس کے بجائے جب یہ افراد یا کمپنیاں اگر یہ طور پر کاروبار میں یہ رقم لگاتے ہیں تو یہ منفعت بخش ثابت ہوتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر حکومت کے قرض لینے سے ایک کثیر رقم منفعت بخش کاروبار میں ہونے کے بجائے غیر منفعت بخش اغراض پر صرف ہوتی ہے۔ اس خصوص میں حکومت سرکار عالی کا رویہ ہی حسب حال دکھائی نظر آیا ہے۔ موجودہ صدر المہام بہادر فینانس نے فرمایا مگر یہ امر کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کہ آئندہ نسلوں پر ایسے ادوار کا بوجھ چھوڑ جاتے ہیں جن سے بعض طبقات اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجوہ ہیں کہ بنا بر صورت حال سے نبٹنے کے لئے قرضہ لینا حکومت سرکار عالی نے نامناسب تصور کیا۔

توفیر آمدنی

کسی ملک کے مالیہ کو مستحکم کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ توفیر آمدنی کی تمام اسکیموں کو رو بعمل لایا جائے جوں جوں ملک کی دولت میں اضافہ ہوگا مملکت کا مالیہ بھی مستحکم ہوتا جائے گا۔ حیدرآباد میں توفیر آمدنی کے لئے صنعت و حرفت کی ترقی، تجارت کی ترقی اور زراعت کی اصلاح و ترقی انتہائی ضروری ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ موازنہ کے موجودہ خسارہ کی پابجائی فوراً ان اسکیموں سے نہیں ہو سکتی لیکن اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر یہ اسکیمیں اسی وقت شروع کی جائیں تو چند سال کے بعد ہمارا مالیہ صحیح معنوں میں مستحکم ہو جائے گا۔ اگر چند سال قبل ایسی اسکیمیں رو بعمل لائی جاتیں تو آج ان مشکلات کا سامنا نہ ہوتا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حالات جنگ کی وجہ سے مشنری کا دستیاب ہونا دشوار ہے اور کلیدی صنعتوں کا آغاز ممکن نہیں۔ لیکن موجودہ حالات میں گھریلو صنعتوں میں اتنی وسعت دی جا سکتی ہے کہ ملک کی ضروریات کا ایک حصہ پورا ہو سکے۔ اس غرض کے لئے ایک لاکھ کی کا فوری نفاذ ضروری ہے۔ حکومت نے ایک کروڑ کا ایک صنعتی ٹرسٹ فنڈ قائم کیا ہے لیکن اس کے نتائج ہمارے خیال میں شکل کی بیل رہے۔ توفیر آمدنی کے سلسلہ میں ہماری یہ تجویز ہے کہ حکومت اپنے چند محکموں کو بالکل تجارتی و صنعتی اصول پر جدید خطوط پر

جنگلات، محکمہ آبکاری، محکمہ آبپاشی وغیرہ اور جدید تجارتی ... تاکہ ملک کی تمام پیداوار اور معدنی ذخائر کو مختلف قسم کی اغراض کے لیے کام میں لایا جا سکے۔

انکم ٹیکس و دیگر محاصل

موازنہ کو متوازن کرنے کا سب سے اہم اور ناگزیر طریقہ جدید محاصل عائد کرنا ہے۔ جدید محاصل کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں (۱) انکم ٹیکس (۲) دوران جنگ میں عارضی ٹیکس (۳) تعیشات پر محصول۔

محصولات عائد کرنے کے بنیادی اور مستحسن اصول حسب ذیل ہیں (۱) محصول عائد کرتے وقت افراد کے ادا کرنے کی قابلیت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور افراد پر محصول ادا کرنا اس لیے لازم ہے کہ حکومت ان کی حفاظت کرتی اور آسائش بہم پہنچاتی ہے (۲) کوئی ایسا محصول عائد نہ کیا جائے جو کسی فرد کے اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے میں مانع ہو۔ (۳) محاصل کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ کسی فرد کی بالخصوص حاصل کی ہوئی دولت سے ملک کو فائدہ پہنچے۔

اگر ان اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ انکم ٹیکس عائد کرنے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ حیدرآباد میں نظم و نسق کے اخراجات میں سرمایہ دار طبقوں کا کوئی حصہ نہیں ہے حالانکہ وہ نظم و نسق کے فوائد سے پوری طرح متمتع ہوتے ہیں۔ بعض افراد محاصل کے بارے میں یہ کہتے ہیں اور محض خود غرضی کی بنا پر یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ انکم ٹیکس عائد ہونے سے ایک طرف رعایا کے عام طبقے متاثر ہوں گے اور دوسری طرف ملک کی قدیم روایات سے انحراف ہوگا۔ یہ دونوں باتیں سراسر غلط ہیں۔ انکم ٹیکس اونچے طبقات پر عائد کیا جاتا ہے جن میں ادا کرنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ رہا روایات کا سوال سو ہم اس کے متعلق صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ملک کے بدلتے ہوئے حالات روایات کو بھی بدل دیتے ہیں اور خاص کر مالی مسائل میں روایات کو استدلال کے طور پر پیش کرنا زمانے کے دھارے کے خلاف جانا ہے۔

محاصل کی دوسری قسم وہ ہے جو صرف دوران جنگ میں عارضی طور پر عائد کیے جاتے ہیں۔ جنگ کی وجہ سے ایک طرف تو اشیاء بازار میں کمی واقع ہوتی ہے اور درآمد و برآمد میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف ملک کے معاشی وسائل غیر پیداواری اغراض کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور گرانی اشیاء کا بار زیادہ تر ملک کے غریب طبقوں پر پڑتا ہے۔ جنگ کا دوسرا اثر جو اس کے بالکل برعکس ہے یہ رونما ہوتا ہے کہ اشیاء ضروری کی فراہمی اور افواج جنگ کے ضروریات کی سربراہی ملک کے ایک طبقے کے ہاتھ میں آ جاتی ہے اور یہ طبقہ غیر معمولی منافع حاصل کرتا ہے۔ اور حکومت کا فرض ہو جاتا ہے کہ ایسے طبقے پر جو غیر معمولی منافع حاصل کر رہا ہو محصول عائد کر کے اخراجات جنگ کی تکمیل میں مدد حاصل کرے۔

تعیشات پر ٹیکس عائد کرنا نہ صرف زمانہ جنگ بلکہ زمانہ امن میں بھی ضروری ہے تاکہ اس قسم کے محاصل ملک کے بڑھتے ہوئے نظم و نسق کے اخراجات میں مدد دیں۔ ہم یہاں بحث کرنا نہیں چاہتے کہ تعیشات میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں۔ ان کا شمار زیادہ تر ملک کے تمدن پر منحصر ہوتا ہے۔

ہماری یہ سوچی ہوئی رائے ہے کہ حیدرآباد کے مالیہ کو مستحکم اور موازنہ کو متوازن کرنے کے لیے انکم ٹیکس عائد کرنا اور تعیشات پر محاصل عائد کرنا ضروری ہے۔ اگر حکومت جدید محاصل عائد کرنے کا فیصلہ کرے تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ ملک کے ذی فہم اور اہل الرائے افراد حکومت کی تائید کریں گے۔ ہمیں سرمایہ دار طبقوں سے توقع ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے جدید محاصل کا بار بطیب خاطر برداشت کریں گے اور اپنی آمدنی کا کچھ حصہ نظم و نسق چلانے کے لیے حکومت کو دیں گے۔

ملک کے مختلف طبقے کار کنوں نے جو مختلف نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں اس امر پر اظہار مسرت کیا ہے کہ خسارہ کے باوجود قومی تعمیری کاموں مثلاً تعلیمات صحت عامہ طبابت اور دیہات سدھار کے موازنہ میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ دیہی خوش حالی کے لیے ایک ٹرسٹ فنڈ کا قیام، دیہی صنعتوں کو فروغ دینے کی اسکیم، پست اقوام کی تعلیم، تخفیف معاشرت، نظم و نسق کی کفایت شعاری، رشوت ستانی کے انسداد کے لیے ایک محکمہ کا قیام وغیرہ اس موازنہ کی وہ نمایاں خصوصیات ہیں جن کی ستائش ہر مکتب خیال کر رہا ہے۔ اور ہمارے خیال میں اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے حیدرآباد کے مالیہ کی حقیقت حال کا صحیح انکشاف ہو رہا ہے۔ اب یہ اہل ملک کا فرض ہے کہ مالیہ کو مستحکم کرنے کے لیے حکومت سے اشتراک عمل کریں۔

مسلم لیگ کونسل کا اجلاس

مسٹر جناح کی تقریر

مسلم لیگ کونسل کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں کہا کہ لیگ کی روش کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ لیگ برطانوی ملوکیت کی دوست ہے اور آزادی ہند کے راستہ میں حائل ہے۔ یہ کوششیں شرمناک ہیں۔

ہندوستان کبھی ایک قوم نہیں رہا اور نہ اس پر ایک طاقت نے حکومت کی ہے۔ آج بھی ہندوستان کا ۱/۳ حصہ برطانوی حکومت کے تحت نہیں ہے۔ موجودہ انتظامی وحدت برطانیہ کی آفریدہ ہے۔ یہ حکومت جو ہندوستان میں (۱۵۰) سال سے ہے اس کے پیچھے عوام کی مرضی نہیں ہے۔ یہ وہ حکومت ہے جو شخصی نظام پر قائم کی گئی ہے۔ اس کے پیچھے برطانوی سنگینوں اور بندوقوں کی قوت ہے نہ کہ رائے عامہ کی۔ اب عوام میں ایک زبردست سیاسی شعور پیدا ہو گیا ہے اور اب اپنی آزادی چاہتے ہیں۔ ہم اپنے گھر میں اپنے معاملات کے مالک بننا چاہتے ہیں اور اس ذیلی براعظم پر برطانوی نظم و نسق کو ختم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

پاکستان کی تجویز میں ہندوستان کی آزادی مضمر ہے۔ ہم ہندوستان کا ۳/۴ حصہ ہندوؤں کو دینے تیار ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے ۱/۴ میں اپنی آزادی اور حکومت خود اختیاری سے متمتع ہوں اور ہم کو اپنے گھر میں حکومت خود اختیاری سے متمتع ہونے دو۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قائدین یہ سوچتے ہیں کہ "جو کچھ تمہارے جیب میں ہے اگر ہو سکے تو وہ بھی چھین لو۔" یہی اسپرٹ ہے جو مختلف روپ میں کارفرما ہے۔

"قومی حکومت جو مجلس مقننہ کے آگے ذمہ دار ہو ایک اچھا نعرہ ہے لیکن اس کے یہ معنے ہیں کہ مسلمان ایک اقلیت کی حیثیت سے ہندو راج کے آگے سر جھکا دیں۔ اس موقف کو مسلمان کبھی قبول نہ کریں گے۔"

حالات حاضرہ پر بحث کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "ہر محب وطن ہندوستانی حملہ آور کا مقابلہ کرنے کے لیے قدرتی طور پر تمام وسائل کو حرکت میں لانے کے لیے بخوشی آمادہ ہو جائے گا۔ ہمارے امریکی دوست امریکہ واپس جا سکتے ہیں ہمارے برطانوی دوست انگلستان واپس جا سکتے ہیں۔ میں کہاں جاؤں؟ اسی لیے اس ملک کی حفاظت کا مجھے سب سے زیادہ فکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ حکومت برطانیہ اور اس ملک کی دوسری جماعتیں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کریں اور مسلم استصواب عامہ کے فیصلہ کی پابندی کریں۔ اگر یہ فیصلہ ہندوستان کی تقسیم یا آزاد مسلم مملکتوں کی تشکیل کی تائید میں ہو تو تمام جماعتوں کو اس فیصلہ کے مطابق اس کو روبہ عمل لانے کے لیے راضی ہو جانا چاہیے۔ جب ایک بار حق اور مقصد کی تعیین کے ذریعہ ہم کو اس کا یقین ہو جائے تو میں نے بارہا کہا ہے کہ قومی حکومت کی تشکیل میں ہم ایک اقلیت کی حیثیت سے نہیں بلکہ مساوات کی بنیاد پر حصہ لیں گے۔ نہ صرف یہ کہ ہم اس کے راستہ میں مزاحمت نہیں کریں گے بلکہ ہم متحدہ طور پر کوشش کریں گے کہ ضروری اقتدار اس عارضی حکومت کے ہاتھ منتقل ہو جائے۔ اس خصوص میں ہندو قائدین کے طعنوں کا جو جواب مل رہا ہے وہ صرف ایک چیلنج کا ہے اور کبھی اس بدیسی قوم سے اور کبھی اس بدیسی قوم سے اپیل کی جا رہی ہے۔ کسی بدیسی قوم سے اپیل کرنے سے آخر فائدہ کیا ہے؟ کیا کوئی بدیسی قوم اس ملک پر حکومت کرنے والی ہے۔ اس ملک کی حکومت دو بڑی جماعتیں چلائیں گی — ہندو اور مسلمان۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ اقلیتوں کے مفاد کو نظر انداز کیا جائے گا۔ ہر متفقہ اسکیم میں ان کے مفاد کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

"یہ ہے صورت حال۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندوؤں کے بعض ذی فہم طبقوں میں ایک تغیر رونما ہو رہا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ وہ یہ محسوس کریں گے کہ ہمارا آپس میں مل کر دوستوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے اپنے کارڈ رکھ دینا خود ان کے مفاد کے لیے بہتر ہے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ یہ اسپرٹ بہت جلد رونما ہوگی۔"

موجودہ تحریک ستیہ گرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "موجودہ تحریک مسلم مفاد کے منافی ہے۔ یہ تحریک اس لیے شروع کی گئی ہے کہ حکومت کو کانگریس کے ہاتھ اقتدار منتقل کرنے پر مجبور کیا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم مفادات کو مہلک ضرب لگائی جائے۔ مجھے توقع ہے کہ ہندو رائے عامہ اس بات کو محسوس کرے گی اور اپنی پالیسی پر نظرثانی کرے گی۔"

بقیہ صفحہ [illegible] پر

لندن کے امپیریل انسٹی ٹیوٹ میں حیدرآبادی شعبہ

ممالک محروسہ کی دستکاری اور مصنوعات کی نمائش

لندن میں امپیریل انسٹی ٹیوٹ کی نمائش گیلریوں کے ریجی جنرل نمائش مسٹر ویسا اوہمن ون نے رسالہ انڈین آرٹس اینڈ لیٹرس کے ایک حالیہ شمارہ میں امپیریل انسٹی ٹیوٹ کے حیدرآبادی شعبہ کے متعلق ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ حکومت سرکار عالی کی جانب سے مثل دیگر امور کے ممالک محروسہ کے حالات سے خارجی ممالک کو روشناس کرنے کے لئے جو موثر تشہیری کام انجام دیا جارہا ہے اس مضمون سے اس کے ایک پہلو پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

حیدرآباد کورٹ۔

مسٹر اوہمن ون نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ امپیریل انسٹی ٹیوٹ کی نمائشی گیلریوں میں حیدرآباد کورٹ کے نام سے ایک جداگانہ شعبہ قائم کیا گیا ہے اس شعبہ کے قیام کا مقصد حیدرآباد کے طرز زندگی صناعی فنون، دستکاری اور مصنوعات کی نمائش ہے اور بلحاظ بہتر رنگ کے نمائش دونوں پہلوؤں سے یہ شعبہ ہندوستانی ریاستوں کے لئے مخصوص حصہ میں نمایاں ترین مقام پر واقع ہے۔ اس ریاست کے معاشی وسائل وسیع اور گوناگوں ہیں کوئلہ، ابرق، عمارتی پتھر اور دیگر تجارتی پیمانے پر نکالے جاتے ہیں۔ تمام زرخیز اراضی پر اور آبپاشی کے وسیع انتظامات کے ذریعہ زرخیز بنائی ہوئی اراضی پر بھی جوار، باجرہ، ارنڈی، چاول، گیہوں، جوار، مونگ پھلی اور نے شکر کی وسیع کاشت ہوتی ہے۔ خاص صنعتیں روئی، ریشم، سیمنٹ، سنگ مرمر اور تمباکو پر مشتمل ہیں اور گھریلو صنعتوں میں سوتی پارچہ بافی، قالین سازی، بیدری ظروف اور پیتل کے منقش کام والے نقرئی ظروف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

گھریلو صنعتیں:۔

اس کے بعد مسٹر اوہمن ون نے لکھا ہے کہ گھریلو صنعتوں کی نمائش حیدرآبادی شعبہ کی نمایاں خصوصیت ہے پارچہ بافی ہندوستان کی ایک بہت ہی قدیم صنعت ہے اور اس صنعت کے دور عروج میں دنیا کا کوئی ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ڈھاکہ کی ململ بنارس کی زربفت اور کشمیر کی شالیں آپ ہی اپنی نظیر تھیں لیکن پارچہ بافی کے لئے مشینوں کی ایجاد اور بعض ضروریات پوری کرنے کی خواہش میں دنیا کے سستی اشیاء کی بکثرت تیاری نے ان نادر مصنوعات کو لازمی طور پر شدید نقصان پہنچایا۔ چنانچہ ان زوال پذیر صنعتوں کو عملی امداد دینے کے لئے مختلف صوبوں اور ریاستوں نے متعدد تدبیریں اختیار کیں اور جیسا کہ حیدرآباد میں بھی ہوا گھریلو صنعتوں کے ادارے قائم ہوئے اور اندرون ملک و بیرونی ممالک میں ان مصنوعات کی کھپت کے لئے نئے بازار قائم کئے گئے۔

کمخواب۔

اس نمائش کا مزید ذکر کرتے ہوئے مسٹر اوہمن ون نے لکھا ہے کہ حیدرآبادی شعبہ میں جو اشیاء نمائش میں رکھی ہیں ان میں بہت ہی نمایاں کمخواب کا ایک نمونہ ہے۔ کمخواب مشرق کی شان و شوکت کا ایک مظہر ہے اور اس قسم کے کپڑے کا تذکرہ ویدوں میں بھی کیا گیا ہے۔ اس کی بنت میں استعمال کئے جانے والے سونے کے تاروں سے چمک دمک پیدا ہو جاتی ہے سونے کے یہ تار صرف گلکاری میں ہی استعمال نہیں ہوتے بلکہ کپڑا بننے میں ریشم کے ساتھ بطور تانا بانا استعمال کئے جاتے ہیں چنانچہ اس مزین اور حسین کپڑے کی تیاری میں استعمال کئے جانے والے سونے کے تاروں کی ایک لچھی بھی نمائش کی غرض سے رکھی گئی ہے۔ اورنگ آباد کا ہمرو سوت سے بنایا جاتا ہے اور اس پر سوت اور ریشم سے گلکاری کی جاتی ہے۔ ہمرو ہندوستان کے بہترین اور مضبوط ترین کپڑوں میں سے ہے اور اس کی بنت میں خاص طور سے کاتا ہوا سوت استعمال کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے کپڑا دبیز اور نرم ہوتا ہے اور مختلف رنگ کے ریشم کا صناعانہ استعمال اسے بہت خوش نما بنا دیتا ہے۔ اس کپڑے پر شالوں کی طرح بکثرت پھول بوٹے بنائے جاتے ہیں اور بعض پر قدیم مغل خانوں کے مشہور نمونوں کی نقلیں اتاری جاتی ہیں۔ چونکہ ہمرو گرم اور دھلائی کے قابل اور مضبوط ہوتا ہے اس لئے اسے الوان پردے اور غلاف بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اچھی قسم کا ہمرو شیروانی کے لئے بہت موزوں ہوتا ہے اور اس میں ہمرو کی چولیاں بھی بناتی ہیں۔

ساڑی کی نمائش:۔

ساڑی ہندوستان کا بہت ہی خوش نما اور دلفریب لباس ہے جسے عورتیں اپنے جسم کے گرد لپیٹ کر اس کا سرا سر پر ڈال لیتی ہیں۔ ساڑی فیشن کی تبدیلیوں کا برابر مقابلہ کرتی رہی ہے اور اس کی برقراری اور مقبولیت کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ساڑیوں کے لئے مختلف قسم کے کپڑے استعمال ہوتے ہیں اور ان کی تزئین و آرائش کے لئے بھی لاتعداد نمونوں کے نقش و نگار سے کام لئے جانے کی گنجائش ہے۔ ساڑیوں کا کپڑا سوت یا ریشم سے بہت باریک بنایا جاتا ہے اور اس کے نقش و نگار یا تو بنتے ہوئے ہوتے ہیں یا کاڑھے ہوئے۔ عام طور سے پوری ساڑی خوش نما رنگوں میں رنگ دی جاتی ہے اور صرف اس کے حاشیے اور پلو پر گہرے رنگ کے ریشم یا چاندی یا سونے کے تار سے کام کیا جاتا ہے۔ حیدرآبادی شعبہ میں ایک ساڑی کی نمائش ہو رہی ہے جو گہرے نیلے رنگ کی ہے۔ اس کا کپڑا بہت باریک ہے جس پر خوبصورت سنہرے پھول بنے ہوئے ہیں اور اس کے کنارے اور پلو کے لئے سرخ ریشم اور سنہرے رنگ کا استعمال کیا گیا ہے۔ "پیٹھنی" شادی کی ساڑی ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ مقبول اور دلکش لباسوں میں سے ہے اور اس شعبہ میں اس قسم کی ایک نہایت عمدہ ساڑی رکھی گئی ہے جس کے تانے بانے کے ریشمی دھاگے ہر بار بٹے گئے ہیں۔ پیٹھنی ساڑی صرف شادی کے دن استعمال کی جاتی ہے چونکہ اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لیکن بہت کم استعمال کی جاتی ہے اس لئے عام طور سے لڑکی کو اس کی ماں کی ساڑی دی جاتی ہے۔ اس شعبہ میں بعض دوسری جانب قیمتی چیزوں کی بھی نمائش ہو رہی ہے جن میں پگڑی، مرد بٹوا، لنگی اور رومال بھی شامل ہیں۔

قالین اور کمبل:۔

حیدرآباد کی صنعت قالین و کمبل سازی کے نمونے کے طور پر اس شعبہ میں وزن کئے ہوئے دو اونی کمبل بھی رکھے گئے ہیں ان میں سے ایک زردی مائل سفید، ہلکے بادامی اور بھٹے رنگ کے ریشمی اون سے بنایا گیا ہے جو بہت سادہ ہے اور دوسرا کمبل مختلف رنگوں کا اون استعمال کرکے نہایت خوش رنگ بنایا گیا ہے۔ دھات کی اشیاء میں سب سے اہم بیدری اشیاء ہیں جو ممالک محروسہ کے ایک مقام بیدر میں بنائی جاتی ہیں۔ بیدری اشیاء کیونکر تیار ہوتی ہیں یہ ظاہر کرنے کے لئے مختلف تصاویر اور زیر تیاری اشیاء کی نمائش کی گئی ہے جست یا سیسے میں تانبا ملا کر برتن تیار کرکے اس پر نقش و نگار کندہ کئے جاتے ہیں پھر ان نقوش میں چاندی کے تار ٹھوک کر پیوست کر دی جاتی ہے پھر شورہ اور نوشادر کو رانگے کی لیپ استعمال کرنے سے اشیاء کی سطح سیاہ ہو جاتی ہے۔ بیدری شعبے میں حقہ، اگالدان، خاصدان، پاندان، کشتیاں، پیالے اور دوسری بیدری اشیاء کی نمائش کی جارہی ہے اس کے علاوہ نقرئی بنت کے مختلف نمونے مثلاً صراحی گلدستے اور مختلف اقسام کے ڈبے وغیرہ بھی نمائش کی غرض سے رکھے گئے ہیں اور یہ چیزیں کریم نگر میں تیار کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ہندوستانی شطرنج کا ایک بہت خوبصورت سٹ جو فیل شتر اور دوسرے مہروں پر مشتمل ہے ایک بساط پر سجا کر رکھا گیا ہے اور یہ حیدرآباد کی صنعت کندہ سازی کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

رنگین منور تصویریں۔

مسٹر اوہمن ون نے اپنے مضمون کے آخر میں حیدرآبادی شعبہ کے ایک اور اہم حصہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اجنتہ کے غاروں، گولکنڈہ اور دولت آباد کے قلعوں، چارمینار اور حیدرآباد کی سڑکوں اور بازاروں کے مناظر کی رنگین منور تصویروں سے ممالک محروسہ کی روزمرہ زندگی، اس کے مناظر اور اس کے قدیم غاروں اور تاریخی یادگاروں اور مندروں سے بخوبی واقفیت ہو جاتی ہے جنہیں بدھ، جین، برہمن، مسلمان اور عیسائی غرض مختلف مذاہب کے پیروؤں نے صدیوں کے دوران میں تعمیر کیا ہے۔ مصورین بنگال علی نے ان تمام یادگاروں کو جس عظیم قومی ورثے کے طور پر محفوظ رکھا ہے اور جس حد تک ان کی قدیم شان و شوکت کو بحال کیا ہے اس سے تحفظ ہند کا بھی ایک بہترین نمونہ ہو جاتا ہے۔ ہندوستانی فنون کے تمدن و دستکاری کا مظاہرہ جس طریقہ پر اس شعبہ میں ہوا، اس سے ہندوستانی آرٹ ایک ایسی زندہ حقیقت معلوم ہوتا ہے جسے نہ زمانہ فنا کر سکتا ہے اور نہ رسوم و رواج سے وہ فرسودہ ہو سکتا ہے۔

شاعرانہ دیباچہ

اس مضمون کا دیباچہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی کی مدح میں مسز سروجنی نائیڈو کی لکھی ہوئی ایک پرجوش نظم ہے۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

• اے سلطان، جہاں کے آئندہ شہر تیرے زیر نگیں ہیں
ابھی تک پرانی یادیں افسردہ تاریکیوں میں شب بیدار ہیں
تیرا دامن ابد صدیوں کی داستانوں سے معمور ہے
وطن کی عظمت اور تاریخی شہرت کے حامل
بہشتی نگینے ہیں۔ آپ کے فرمان سے رعایا
زر و دولت اور سرزمین کے چمن کی حفاظت کرتے ہیں

شعر بازی

تقریر جو حضرت آوارہ نے نشرگاہ اورنگ آباد سے نشر کی

کیا خیال ہے یہ جو حکیم لوگ موتی سونگھنے کے نام سے کشتہ جوہر کھلا کر ایک ہنگامہ بپا کرتے ہیں کہ دل کو یوں تفریح ہوتی ہے دماغ میں یوں جولانی آتی ہے۔ سچ پوچھئے تو ہم بر ملا کہیں گے کہ قبلہ یہ سب امیروں کے چونچلے اور ان حکیم جیوں کے ڈھکوسلے۔ اپنے مرے سے پیالے ترنوالہ تو مہ اور گیہوں کی روٹی چپاتیاں، پھر کسی خوارہ کے گلے میں گلوری دبا بیچھے پر دراز ہوا آنکھیں موندے عظیم اللہ خاں کے گھر سے دوسرے نے خمیرے کے چار چپکے لیے پھر دیکھئے کہ اثر شریف کیا کیا گلکاریاں کرتی ہے اور دہن مبارک کیسی کیسی چوکڑیاں بھرتا ہے۔

چنانچہ اسی عالم میں بیٹھے بیٹھے کہا۔ دل نے کہا کہ اماں بہت دن سے شعر بازی نہیں ہوئی۔ کیا اب کی چاندنیاں یونہی کوری کٹ جائیں گی۔ فوراً دعوت نامہ کا مضمون گانٹھا اور یاران طریقت کے نام چلتا کیا۔ اب آپ کی رعایت شعرائے بے۔ کیس کی روداد تو بعد کو سنئے گا پہلے دعوت کا متن قبول فرمائیے۔

"غریب خانہ پر وارد۔ ردیف الغلط۔ قافیہ سوخت و تین شعر شانے اور مسند خالی کی۔ سرقہ کی اجازت عام بشرطیکہ آوارہ کے نام سے ہو اور سرقہ ہو الا اتفاق صحیح سمایا جائے گا بعد روایت سماعت بصارت سب بالائے طاق آنکھیں ٹالے تو ادھر کے چلئے!"

خاکسار اپنی مالی کمزوری کے اعتبار سے اس بار ورلڈ کے خورد و نوش تادہ یا دیگر لوازم کا انتظام نہ کر سکے گا۔ البتہ جوتیوں کا تابعدار مکان کا ذمہ دار ہوگا۔ گھر کے مختصر صحن میں چبوترے کا فرش کی چاندنی کا فرش صدر میں مسند اور ایک گاؤ تکیے صاحب تمیز خاص دانتوں میں مسی کی گلوریاں ہمراہ اگالدان کوری صراحیاں ٹھنڈا پانی "یہ تھا ہماری شعر بازی کا اہتمام۔ اور ہر آنے کا جگر بجا اور ہر خوش فکر سے نکلنے لگے۔

اسامیاں پھر تکی تھی۔ مہرے اپنے اپنے خانوں میں ڈٹے ہوئے تھے۔ لیکن بے حد یہ تھی کہ شعر بازی شروع کہاں سے ہو۔ دفعتاً پٹ پٹ کی صدا اور کسی کی آمد نے بزم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ جل تو جلال تو۔ یا رحیم یا مرحوم تو بعد ہی صدا بنتے تھے یہ ثالث الخیر کون نازل ہوئے۔ ماشاء اللہ سے چاروں شیخ چار ایک پورے چھ فٹ کے دو ہیکل بزرگ سر پہ شعر بقدر اعلم میں سکھ کا سفینہ سجا کر۔ خدا جھوٹ نہ بلائے تو کوئی دس بارہ گز تو نہ ہے کا نکلا کر کے لپٹا ہوا۔ ایک انگریزی منبیہ الغافلین جسے دیکھ کر نسے ہے کئی سولوی کو بھی تپ چڑھے۔ یہ بڑی اور نہایت چھچھنارا وادی آنکھوں پہ کانی ڈوری میں تیزی عینک۔ ایک شیشہ ہوا پہ چڑھا ہوا۔ دوسرا کھسک کر رخسار کی

ڈنڈی پہ بیٹھا ہوا۔ موٹے دھاگے کی پچھاڑی سے کانوں میں اٹکی ہوئی پان کی مسلسل جگالی کرتے جس سے کوئی ایک چوتھائی محاسن شریف حنا آلود۔

گرج کر کہا "سلام علیکم۔ یہ شعروں کی بازی کدھے کب شروع ہوگی۔ شعر باز کون ہے۔ امنا" یہ ادین کچہ اس جھٹکے سے صادر ہوا کہ چلتے چلتے ہماری نبض نے ایک سکنڈ کی کہانی۔ اور زندگی کے آثار جب دوبارہ نمودار ہوئے ہیں تو دکھائی دیا کہ مسند پر حضرت ہی حضرت رکھے ہوئے ہیں ڈرتے ڈرتے عرض کیا "شعر بازی یہیں ہے۔ قبلہ ہی اس کے بازی ہوں گے اور شعر باز یہ ہیچمدان ہے۔ حضرت کا اسم گرامی؟"

"حاجی عبد القدوس تخلص حاجی کا ہے حاجی جی بحال حسب ضرورت اور وزن شعر کا لحاظ کرتے ہوئے جی اور ہاں ساکن عظیم آباد۔"

"بیہ کی اور" ادین "ہم کیسے کلام کا دونا لا یقول تھا جو بار بار غریب مخاطب پر تیر ہوتا رہتا۔ ساری بزم ابھی چشم میں تھی کہ حاجی جی نے نہایت نادر شاہی انداز سے فرمایا "شمع لاؤ ہم شعر پڑھیں گے اور دیکھو ہم شمس العلماء بھی ہیں۔ خاص لوگ تو ہمیں شمس العلما کہتے ہیں۔"

"قبلہ یہ سوسو بتی کے چار بتی قمقمے شاید ملاحظہ سے نہیں گزرے۔" بگڑ گئے اور فرمایا "بغیر شمع کے شاعری حرام ایں حرام ہے" ہیں

ان کے تیور اور نقدوانی سے مرعوب ہو کر پڑوسی بنیا کی دوکان سے کانسے کا دیوٹ منگوایا اور میٹھے تیل کا دیا جلا کر حاجی جی کے آگے رکھ دیا گیا۔"

حاجی جی سنبھلے۔ کھنکھارے اور ریش مبارک کے شوس اور دو رنگے گردے میں زیر و بالا خلال کرکے عینک کے اوپر سے چاروں طرف بزم کو دیکھا اور غزل شروع ہو گئی۔

"بزم وال دیکھو پہلے پہلا شعر پڑھتا ہوں۔ سنو "تم - تم یعنی معشوق جی خفا ہو مجھ سے تو میں بھی علی ہذا القیاس۔ آپ کی خوب دبی میری۔ یعنی حاجی جی کی علی ہذا القیاس۔ سلام علیکم سلام علیکم۔"

قافیہ پر بزم کیا ہر بڑ بنگ مچ گئی۔ حاجی صاحب نے دوسرا شعر شروع کیا۔ "تم جو کیسے ہو کیا کہتے ہو کہ تم سے کچھ غرض ہم کو نہیں تو حاجی کہتے ہیں، ہم کو کب پروا ہے اب تیری علی ہذا القیاس۔" جی کون تو سے فاعلاتن را میں تیرا فاعلاتن۔ کون جو تم فاعلاتن کہتے ہو فاعلن دیکھا میں شمس العلما رہی ہوں اور کیا جواب دیتا ہوں۔ کچھ مرے بھی دل میں اب بھی علی ہذا القیاس، این دیکھا "سلام علیکم، کیوں جانیو سیاد ای تو ایک شعر نرے کا ہے۔" سب نے یک زبان ہو کر کہا "قبلہ آپ کو تو خاتم دوام مبورد مانئے شعر ہے۔ ارشاد۔

بیٹھتے ہیں جس طرح نزدیک تیرے آ کر غیر

اب یہاں سے معاملہ شروع ہوتا ہے"

ہوگا۔ داغ تھا رکھنے یہیں پاس میں کوئی علی ہذا القیاس بے کر نہیں۔ این مقطع لکھا ہے پوچھتے کیا ہو۔ اسے پوچھتے کیا ہو میاں حاجی نے دل کو جس طرح اس میں حاجی جی کہا تو وجہ کیا کہ وزن سے گرتا ہے۔ این۔ پھر سے سو پوچھتے کیا ہو۔ میاں حاجی نے دل کو جس طرح کہہ دیا تھا۔ حال بھی کہہ دی علی ہذا القیاس۔

اب ایک اور صاحب رونق مسند ہوئے۔ وزن جس کا کیا پوچھنا دبلا۔ اور یہ نحیفی جولی کا بستا پھنسا جا رہا ہے کہ انگرکھا۔ تنگ مہری کا شرعی پیجامہ۔ سر پہ عرفی جیسی کی تہ دیا ٹوپی۔ دولت خانہ بقول میر سرغ۔ ہم رہنے والے ہیں جو اجڑے دیار کے ہو دل۔ گاؤ تکیہ سے ٹیک کر پہلو میں لے لیا۔ اور یہ کوشش کیک کر بصد تمکنت اہل بزم کی طرف دیکھا "شعر کا حضرت استاد کا ایک شعر سناؤں گا فرماتے ہیں اور بیان کی تو یہ شبہ کہ حسب حال فرماتے ہیں ہجدہ سار نگین طبع جو تیرہ دردوں میں خراب۔ بزم نے مصرعہ اٹھایا۔ ع جو ساز نگین طبع جو تیرہ دردوں میں خراب ملاحظہ ہو شعر میں کیسے اچھوتے ہیں۔

جو سا ز نگین طبع جو تیرہ دردوں میں خراب

یہ شراب ارغوانی ہوں مگر بوتل میں ہوں

محفل میں کہرام مچ گیا۔ سبحان اللہ اور واہ کے ڈونگرے برسنے لگے۔

"اس جواہر پارے کے بعد میرے شعر فدوی رہنے معدوم ہوں گے۔ تخلص ارشاد ہے۔ غزل ہوئی تھی بیل نہ سکا۔ بچل نہ سکا۔ مطلع عرض کرتا ہوں۔ حسن تخیل ملاحظہ ہو۔ جو اکھڑی سانس تو بیمار غم بچل نہ سکا ہوا بھی تیز چراغ حیات بل نہ سکا۔ دوسری زمین میں ایک شعر عرض کیا ہے۔

میں نہ ہوتا تو خدائی کا بھرم کھل جاتا

تیری ہستی کا یہ ثبوت میرا انسان ہونا

اس پر لوگوں نے کہا کہ حضرت خدا کے لئے اور۔ آپ نے تو دلوں میں آگ لگا دی۔ حاجی صاحب نے بھی داد دی۔ شاعر کیا کہ ادھر ان کا سارنگی جیسے کی گت ہو جائے تو لی اللہ اللہ ہی کے مزے کو لطف آجاتے ہیں۔ اور یہ جو میاں دلی والی اور پرشور "قدر نوازی پہ شعر ہوا ہے

تیری نگاہ تیوں کو بھا گیا شمار سے

لاکھوں شکستیں تو فقط یاراں کی ہیں

دوسرا شعر ایک دوسری زمین کا عرض کروں گا۔

شیخ کو جو پارسا کہتا ہے اوس کو کیا کہوں

میں نے ان آنکھوں سے دیکھا ہو وہ مینا میں تھا

شاعرانہ ایک طبیعت ہوں مرا دل کٹ گیا۔

ساقیا لیکر شاہ بال پیمانہ میں تھا۔

اب تخلیف تصدیعہ کرتا ہوں۔ نواب محسن صاحب کو بھی شناسنے۔ دور سے تشریف لائے ہیں۔ ایک نسیمی سی آواز آئی "نہیں واللہ آپ شوق فرمائیں۔ تکلیف کا وقت آپ پر ہے سنئے۔" اس پر تھوڑی دیر قیل و قال ہونے کے بعد نواب محسن صاحب مسند پر تشریف لائے۔ دبے بیٹھے تو دوں اشعروں کی جان۔ شعر کی محفل کا سماں دار مگر بہا۔

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ہفتۂ گزشتہ کی اہم خبر ہے کہ موازنہ میں جدید ٹیکس عائد نہ کئے جانے کی خوشی میں ساہوکاروں نے دیوالی کے موقع پر گھی کے چراغ جلائے۔

مجلس نے صاف طور پر کہلوا دیا ہے کہ حکومت نے ان مجالس (آئینی مشاورتی کمیٹیاں) کو خلاف دستور قائم کیا ہے۔ جب صاف طور پر دستور میں یہ موجود ہے کہ ان مجالس مشاورتی میں ارکان قائم شدہ مقننہ سے لئے جائیں گے تو اس کا کام تھا کہ وہ پہلے مقننہ میں شکست دیتی اور پھر حسب دستور مجالس مذکور قائم کرتی اور اس کے ارکان اسی سے لیتی — (ایک معاصر)

ایکم اصلاحات میں جو جریدۂ غیر معمولی جلد (۱۰) نمبر (۴۳) مورخہ ۱۰ شہریور ۱۳۵۶ف میں شائع ہوئی ہے آئینی مشاورتی کمیٹیوں کے متعلق جہاں یہ صراحت کی گئی ہے کہ صرف مقننہ کے رکن ایسی کمیٹیوں کے رکن بنائے جائیں وہاں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ آئینی مشاورتی کمیٹیوں کے ارکان کے لئے یہ لازم نہ ہونا چاہئے کہ وہ مجلس مقننہ ہی کے رکن ہوں۔ اس کے باوجود کہنا کہ آئینی مشاورتی کمیٹیوں کے ارکان مقننہ کے باہر سے نہیں لے جا سکتے منطق نہیں تو سطحیت ہے اور یہ شور مچانا کہ حکومت نے ان مجالس کو خلاف دستور قائم کیا ہے اگر دروغ مصلحت آمیز ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ورنہ ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ

"شمر فہمید ونعالم بالا معلوم شد"

کمیٹی ساہوکاران کے صدر، رائے صاحب پنالال لاہوٹی نے آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ہماری ریاست ابدمدت میں یہ پہلا موقع ہے جبکہ رعایا کو اطمینان دلانے کے مقصد سے صدر المہام ریاست کے ساہوکاروں، تاجروں اور صناعوں کے سامنے موازنہ کی وضاحت کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں جس کے لئے ہم تہِ دل سے ان کے مشکور ہیں۔ سرکار عالی کی جانب سے اس پہلی پیش قدمی کے لئے دلی اظہار شکریہ کرتے ہوئے میں توقع و امید کرتا ہوں کہ یہ پیش قدمی رعایا کے حقیقی حقوق جمہوریت کی طرف بڑھے گی . . . . . حالات حاضرہ کے غیر معمولی اخراجات حائل ہونے کے باوجود آنریبل فینانس ممبر نے جدید محصول عائد کئے بغیر جو موازنہ تیار کیا ہے ہم صرف کو مبارکباد دیتے ہیں۔

جمہوریت کا نام لے کر زندگی کی ساری آسائش حاصل کرنا

اور نظم و نسق کے فوائد سے متمتع ہونا عین ترقی پسندی ہے اور ہم بھی اس ترقی پسند ذہنیت پر ساہوکاروں کے صدر کو مبارکباد دیتے ہیں۔

مجلس بلدیہ کے انتخابات میں اتحادی امیدواروں کو شکست کیوں ہوئی؟ (ایک اخبار مشرقی)

محض عدم اتحاد کی وجہ سے!

ساہوکاروں اور بیوپاریوں کی مجلس کے ایک جلسے میں ہمارے معزز صدر المہام مالیہ نے ایک ضروری اور موثر غور و فکر تقریر کی ہے۔ یہ تقریر اس بات کا ثبوت ہی ہے کہ حکومت عوام کے ساتھ حقیقی ربط قائم کرنا چاہتی ہے اور حتی الامکان اس کی مرضی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ اس جلسہ میں شریک ہو کر اور تقریر کر کے معزز صدر المہام بہادر مالیہ کے بارے میں ایک خاص ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ چیز اب اہل حیدرآباد کو شاید ہی معلوم ہو گزری نہیں ہے . . . . ہماری تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جب حکومت کو کسی اہم کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے ساہوکاروں کو طلب کر کے ان سے گفتگو کی گئی اور مشکلات حل ہو گئیں۔ ممکن ہے آج طریق بدل دیں، جو جو پہلے اختیار کیا جاتا تھا مگر طریق حل معلوم کرنے کا طریق یعنی ساہوکاروں اور بیوپاریوں کی محفل سے صدر المہام مالیہ کی مخاطبت وہی پرانا ہے۔ (ایک معاصر)

طرز کہن پہ اڑنا آئین نو سے ڈرنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

اس جدید نظام حیات میں قدیم روایات کا آموختہ بنا ملک کو اس کی پس افتادہ حالت سے ایک قدم آگے نہ بڑھا سکے گا۔

(مولوی ابو الحسن سید علی صاحب)

قدیم روایات کا آموختہ بنا قیادت اور صحافت کو تو یقیناً آگے بڑھاتا ہے۔

یہ بحث نئے ٹیکسوں کے نفاذ کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے اس لئے عوام کو تیار رہنا چاہئے۔ (پنڈت ونائک راؤ ودیالنکار)

کیا ستیاگرہ کے لئے تیار رہنا چاہئے؟

"صاحب پیام" نے "موازنہ کے تعمیری پہلو" کے عنوان کے تحت تحریر کیا ہے کہ:

"جب ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیمی یا ترجمات کے ذکر بے سود رہے ہیں اور تحریک کیونکہ نتائج کا ذکر ہی کتب خیال ایسی ما نند بھی کہ حزب سے پہلا بعد

ہیں اور اتحاد المسلمین کے نقطۂ نظر سے دیکھئے؟ جیسے کہ مولوی ابو الحسن سید علی صاحب بحیثیت مجموعی موازنہ کی پالیسی کا خیر مقدم کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کی خوشی ہوئی ہے کہ اس سے پہلے کوئی موازنہ رائے عامہ کی توجہ کا اس قدر زیادہ مرکز نہیں بنا تھا اور یہ امر ہمارے خود ملک کے لئے ایک فال نیک ہے۔"

اگر ان حضرات دو اتین نے موازنہ کی پالیسی کا خیر مقدم کیا ہے تو ہم اس کو ملک کے لئے فال نیک تسلیم کرنے تیار نہیں ہیں فال نیک تو کانگریسی افراد کی اس جماعت کی رائے ہو سکتی ہے جس میں پنڈت جنارادھن راؤ دیسائی اور منشی راجا بہاری لال بھی شامل ہیں اور جن کا یہ مطالبہ ہے کہ انکم ٹیکس نافذ کیا جائے کیونکہ اس سے ساہوکار تباہ ہو جائیں گے اور ہندو دولتمندوں کی اکثریت خوش قسمتی یا بدقسمتی سے مسلمان زیادہ ہیں آدھی تنخواہ گھٹا دی جائے یہ ہے فال نیک۔ اور دیکھا آپ نے ترقی پسند کے گلا خلاف چڑھائے جاتے ہیں۔

مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں جو گزشتہ ہفتہ دہلی میں منعقد ہوا تھا تقریر کرتے ہوئے قائد اعظم مسٹر جناح نے فرمایا کہ چند ریاستیں پاکستان کی اسکیم سے باہر ہیں۔

مسٹر جناح کے اس اعلان سے کہ ریاستیں پاکستان میں شامل نہیں ہیں حیدرآباد میں مسٹر جناح کے ان مقلدین کو بڑی مایوسی ہوئی جو مسٹر جناح کے نام اور اثر سے فائدہ اٹھا کر اور پاکستان کے تصور کو اچھال کر ملت اسلامیہ کو ٹیک دے دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ واقف کار حلقوں کا بیان ہے کہ ان مقلدین نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اگر حیدرآباد کو پاکستان میں شامل نہیں کیا گیا تو حیدرآباد میں پاکستان قائم کر دیا جائے گا بالکل اسی طرح جس طرح آل انڈیا مسلم لیگ کے متوازی اسٹیٹس مسلم لیگ تشکیل دی گئی۔

متحدین کی پیش قدمی

شمالی افریقہ میں جنگ کی رفتار ایک حیرت انگیز صورت اختیار کر رہی ہے۔ فرانسیسی علاقہ میں امریکی فوجوں کے اترنے کا مقصد افریقہ سے دول محور کو کامل باہر کرنا ہے۔ متحدین نے پیش قدمی کا جو نقشہ تیار کیا ہے یہ اس کا ایک جزو معلوم ہوتا ہے۔ متحدین یہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر آٹھویں فوج نے رومل کو پیچھے ڈھکیل دیا تو ہٹلر شمالی فرانسیسی افریقہ کا علاقہ یعنی مراکش الجیریا اور تونس کو استعمال کرنے میں پس و پیش نہ کرے گا۔ اس لئے رومل کی فوج کو دو جانب سے گھیرنے کے لئے امریکی فوجیں اتاری گئیں۔ امریکی فوجیں بحر اوقیانوس کی جانب سے مراکش پر اور بحر روم کی جانب سے ساحل الجیریا پر اتاری گئیں۔ یہ فوجیں انگلستان سے روانہ کی گئی تھیں۔ فی الحال معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا محاذ ہے جو دول محور کے خلاف قائم کیا گیا ہے۔ شمالی افریقہ پر متحدین کا قبضہ جو اہمیت رکھتا ہے محتاج بیان نہیں۔ یہاں سے اٹلی پر حملہ کیا جا سکتا ہے جو دول محور کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

متحدین کے اس اقدام کی ابتدا آٹھویں فوج نے کی جو مصر میں رومل سے مقابلہ کر رہی تھی۔ آٹھویں فوج کا حملہ اس قدر اچانک اور حیرت انگیز طور پر ہوا کہ جرمنی کی فوجیں جو ابھی طرح منظم بھی نہیں مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس جنگ میں سپاہیوں کو شکست دینے سے زیادہ سامان جنگ پر قبضہ کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ رومل کی فوجیں سینکڑوں دبابے، توپ اور ہزارہا گاڑیاں چھوڑ کر بھاگ رہی ہیں اور اس پر متحدین کا قبضہ ہو گیا ہے۔ ریگستان کی جنگ میں فوجی طاقتوں سے زیادہ اسلحہ پر قبضہ کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جب تک رومل کو اسلحات اور سامان جنگ کی صورت میں کافی کمک حاصل نہ ہو مبصرین کو خیال ہے کہ وہ آٹھویں فوج کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ ہو سکے گا۔ رومل کا جوابی حملہ اب اس بات پر منحصر ہے کہ اس کے پاس اس وقت محفوظ فوجیں اور اسلحات کس قدر ہیں۔ اس کے علاوہ رومل کے عقب میں امریکی فوجیں ابھی فرانسیسی علاقہ میں اتر گئی ہیں۔

مبصرین کا خیال ہے کہ مصر میں متحدین نے جو کامیابی حاصل کی ہے اور جنگ کا نقشہ جو انہوں نے بدل دیا ہے اس کے دو اسباب ہیں۔ اس کی ایک وجہ مسٹر چرچل نے بیان کی یعنی جس وقت مصر میں رومل کی فوجیں پیش قدمی کر رہی تھیں برطانوی فوجی کمک راس امید سے مصر آرہی تھی۔ یہ کمک اس وقت پہنچی جبکہ جنرل آکنلک دشمن کی پیش قدمی کو العلمین پر روک چکا تھا۔ شمالی افریقہ میں اس وقت برطانیہ کی ایک زبردست فوج موجود ہے۔

دوسری وجہ

یہ ہے کہ گذشتہ دو سال کی مدت میں برطانیہ اور امریکہ نے ایک ہزار سے زائد ہوائی جہاز بھیج چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ آٹھویں فوج تعداد کے لحاظ سے رومل کی فوج سے زیادہ نہ ہو لیکن اسلحات کے اعتبار سے وہ دول محور کی فوجوں سے بہتر ہے۔ تازہ اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ [illegible] کی جانب واپس ہونے والی محوری فوجوں کا تعاقب

کر رہا ہے۔ دشمن کی چند افواج کو گھیر لیا گیا ہے جو [illegible] کے مقام پر لڑ رہی ہیں۔ العلمین کے قریب ان اطالوی افواج کا صفایا کرنے کی کارروائی جاری ہے جن کو ان کے جرمن اتحادیوں نے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ صاف طور پر دکھائی دے رہا ہے کہ جرمن افواج اطالوی پیدل افواج کو ختم کرنے جانے کی کوشش کئے بغیر واپس ہو رہی ہیں۔

فرانسیسی افریقہ میں امریکی فوجوں کے داخلہ کے وقت پریسیڈنٹ روزویلٹ نے فرانسیسی زبان میں اپنا ایک پیام اہل فرانس اور فرانسیسی شمالی افریقہ کے نام نشر کیا جس میں انہوں نے واضح کیا کہ متحدین اس موجودہ کارروائی کو اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ انہوں نے فرانسیسی حقیقت پسندی اور فرانسیسی قومی تصورات کے نام اپیل کی کہ وہ اس علیحدہ [illegible] مزاحم نہ ہوں بلکہ جہاں تک ممکن ہو متحدین سے اشتراک عمل کریں۔ اور یقین دلایا کہ ہم وہ تمام ادارات دور کر دیں گے [illegible] اور امن کی بحالی پر فرانس کی حکمرانی قائم ہوگی۔ برطانوی حکومت کے ایک ترجمان نے پریسیڈنٹ روزویلٹ کے پیام کی تائید کرتے ہوئے برطانیہ کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور یہ اعلان کیا کہ امریکہ کی اس کارروائی کو برطانیہ کی پوری تائید اور اشتراک عمل حاصل ہے۔ حکومت برطانیہ کی فرانس سے تعلق ایک ہی خواہش ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ دن جلد آپہنچے جبکہ اہل فرانس پھر سے اپنے ملک کی عظمت اور آزادی کی بحالی کے لئے مجتمع ہو جائیں۔ امریکہ کی یہ کارروائی جو شمالی افریقہ میں اختیار کی گئی ہے اس دن کی طرف لے جانے والی ایک نمایاں کارروائی ہے۔

امریکہ کی اس اقدامی کارروائی کا جو رد عمل دول محور پر ہوا ہے اس کا اندازہ اس تقریر سے لگایا جا سکتا ہے جو ہٹلر نے گذشتہ ہفتہ بمقام میونک کی ہے۔ فرانسیسی شمالی افریقہ میں امریکی فوجوں کے اترنے کا ذکر کرتے ہوئے ہٹلر نے کہا کہ "قسمت کا آخری لفظ روزویلٹ ہرگز نہ کہیں گے۔ ہم اپنی ہوائی ضربوں کی تیاری کریں گے اور وقت معینہ پر وہ ظاہر ہوں گے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے برطانیہ افریقہ میں جہاں تک چاہے آگے بڑھ سکتا ہے۔ اس جنگ میں جو اہم چیز ہے وہ آخری نتیجہ ہے۔ ہم ہر جگہ کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتے یہ ناممکن ہے۔ یہ غیر ضروری بھی ہے۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ قبضہ کردہ مقامات پر اپنا قبضہ برقرار رکھا جائے۔"

ہٹلر کے اس آخری جملہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دول محور کی اقدامی مہم ختم ہو چکی ہے اور متحدین کی پیش قدمی اس کو مدافعت پر مجبور کر رہی ہے۔

اہل ملک کی اکثریت متحدہ و مشترکہ ذہنیت کی طرفدار و حامی ہے

جماعت اتحاد و ترقی کی قرارداد

حیدرآباد ۔ ۵ ۔ دے ۔ جماعت اتحاد و ترقی کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ورودی کو منعقد ہوا جس میں اور مسائل کے ساتھ حالات حاضرہ اور ملکی سیاسیات پر غور کرنے کے بعد جو قرارداد منظور ہوئی وہ درج ذیل ہے۔ مجلس عاملہ اتحاد و ترقی نے بعض اداروں کے اس ادعا پر غور کیا کہ سوائے ان اداروں کے دوسرے کوئی ادارے اور اصول و مسلک ملک میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے ہیں۔ جماعت ہذا ملک کی حقیقی ترجمانی کو پیش نظر رکھ کر اس امر کا بزور طریقہ پر اعلان کرتی ہے کہ اہل ملک کی اکثریت متحدہ و مشترکہ ذہنیت کی طرفدار و حامی ہے اور اپنی قدیم روایات کے تحت فرقہ وارانہ اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ جماعت اس کوشش کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے کہ ملک کی سیاسیات کو دو مذہبی کیمپ میں تقسیم کیا جائے۔ جو روایات سلطنت آصفیہ کے بالکل منافی ہے۔ [illegible]

جدید محاصل کا بار سرمایہ دار طبقوں کو قبول کرنا چاہیے

موازنہ ۱۳۵۲ف پر معاصرین کے تبصرے

مشیر دکن

موازنہ سرکار عالی سے متعلق اس مرتبہ تین امور کی غیر معمولیت نظر آتی ہے ایک یہ کہ بجائے تین سالانہ سال رواں کا موازنہ خسارہ کا ہے دوسرا یہ کہ سال حال کے موازنہ کا خلاصہ آنریبل صدر المہام بہادر فینانس ملک سرکار عالی نے باجلاس پریس کانفرنس شائع فرمایا ہے جو حیدرآباد کی تاریخ میں اپنی قسم کا پہلا واقعہ ہے اور تیسرا یہ کہ اس مرتبہ کا موازنہ ارکان مجلس مشاورتی فینانس کے اجلاس میں تین ہندو اور تین مسلمان اراکین غیر سرکاری بھی شریک ہیں باتفاق رائے کیساتھ شرف منظوری حاصل کیا ہے۔ ....

یہ بات مسرت افزا ہے کہ جنگ سے پیدا شدہ صورت حال کے باعث مالیات سرکار عالی متاثر ہونے کے باوجود حکومت سرکار عالی نے قومی تعمیر کے تمام سرگرمیوں اور بالخصوص تعلیمات محت عامہ میں امداد تعلیم دیہی اور گھریلو دستکاریوں کے فروغ میں کوئی خلل ہونے نہیں دیا بلکہ ان مدات کے لئے کچھ مزید اخراجات بھی منظور کئے ہیں۔ اس ضمن میں تعلیم پست اقوام و قدیم قبائل کے لئے مخصوص گنجائش ایک لاکھ روپیہ کی رکھی گئی ہے جس کی بڑی ضرورت تھی۔ اس مرتبہ جو یہ رقم رکھی جا سکتی ہے کہ رقم منظورہ و مخصصہ موازنہ ضرور کار مقصودہ میں صرف کی جائے گی جس سے رعایا پست اقوام کی شکایت جو عرصہ سے چلی آرہی ہے ایک حد تک رفع ہو جائیں گی۔ انسداد رشوت ستانی کے لئے بھی ایک لاکھ روپیہ کی گنجائش موجود ہے اگر یہ رقم اس طرح صرف کیجائے جس سے ستانی کی پرانی بیماری کا قطعی علاج حسب منشاء حضرت اقدس و اعلیٰ بندگان عالی متعالی ظل اللہ تعالیٰ (جس کا اظہار سب سے تکمیل ہیں سال قبل ذریعہ فرمان مبارک ہوچکا ہے) ہو جائے تو یہ ایک بہت بڑی اصلاح ثابت ہوگی۔ اس خصوص میں عملی اقدام کا پبلک کو انتظار رہے گا۔ ....

کئی سال سے جانب حکومت سے امید دلائی جا رہی تھی کہ دوامی محصولات کا جو بار غریب رعایا پر ہے اس کو ہلکا کرکے ایسے لوگوں کے دوشوں پر منتقل کیا جائے گا جو واقعتاً اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ لوکل فنڈ بورڈ کے پیام مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء (۹ آذر ۱۳۵۲ف) سے اس امید میں تازگی ہوئی تھی مگر خلاصہ موازنہ سے غریب رعایا کو مایوسی کا سامنا ہوتا ہے۔

بہرحال تفصیلات موازنہ ۱۳۵۲ف کے معلوم کرنے کی ضرورت پبلک میں تھی وہ ایک بڑی حد تک اب دور کر دی گئی ہے جس کے لئے آنریبل صدر المہام بہادر فینانس شکریہ کے مستحق ہیں۔

رہبر دکن

جو ممالک شریک جنگ ہوں ان کے میزانیوں کا خسارہ دار ہونا کچھ بھی تعجب خیز نہیں ہے اور اگر ہماری حکومت نے بھی اس مرتبہ علی الاعلان ایک خسارہ کا موازنہ ملک کے آگے رکھا ہے تو اس پر کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیے اس میں بڑی بات یہ ہے کہ کوئی نیا محصول نہیں لگایا گیا ہے اور ہمارے قدیم نظم و روایات کی محافظت کرلی گئی ہے اگرچہ صدر المہام بہادر فینانس کی قطعی رائے ہے کہ ایسے مواقع پر قرض لینے پر محاصل اندازی کو اس لئے ترجیح ہونی چاہیے کہ یہ امر کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کہ آئندہ نسلوں پر ایسے اسباب کا بوجھ ڈالا جائے جن سے بعض طبقات اس وقت متمتع ہو رہے ہیں۔ ....

بلاشبہ جنگی معاشیات کے ماہرین کی علی العموم یہی رائے ہے۔ مگر یہ رائے ہمیں ناقابل بحث نہیں معلوم ہوتی۔ اگرچہ محاصل اندازی ہی جنگ کے زمانہ میں ضروری ہو جاتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ موجودہ نسلوں کو ہی ان بے وقت قرضوں کا خمیازہ بھگتنا چاہیے جو جنگ جیسی نعمت کو طاری کرلینے کا سبب ہوئی ہیں۔ اور یہ بادی النظر میں صحیح معلوم ہوتی ہے لیکن اگر یہ درست ہے کہ آج کی نسلوں ہی سے کل کی نسلیں پیدا ہونے والی ہیں اور اگر ان کی حالت بہتر نہ رہے گی تو آنے والی نسلیں بھی اچھی پیدا ہو سکیں گی اور نہ اچھی نشوونما حاصل کر سکیں گی خصوصاً ان ممالک میں جہاں سماج بہرحال ڈوبتے ہوئے انسانوں کے تحت نہیں ہے اور اس سے آئندہ نسلیں موجودہ نسلوں کی بہتری و بدتری سے اگر براہ راست متاثر ہوتی رہتی ہیں۔ تو پھر اس دلیل میں اتنا وزن باقی نہیں جتنا سمجھا جا رہا ہے۔ پھر ہماری حالت وہ نہیں ہے جو یورپی اقوام کی ہے اس واسطے کہ ہمارے ہاں کوئی قابل لحاظ صنعتی زندگی موجود ہے اور نہ ترقی یافتہ زراعت ہے۔ اس لئے اگر محصول اندازی میں اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے کہ اس کی زد صرف سرمایہ دار طبقہ ہی پر پڑے عوام کی زندگی کا جو گرانی اور مختلف چندوں سے متاثر ہو رہی ہے اتنا زیر بار ہو جانا ممکن ہے کہ آئندہ نسلیں اچھی نہ پیدا ہو سکیں۔ بہرحال اس بحث سے ہمارا منشاء اس نظریہ معاشیات پر غور و خوض ماہرین کے لئے ایک بحث قائم کرنا ہے کہ آیا جنگ کے اخراجات کا بوجھ محصول اندازی سے موجودہ نسل ہی تک محدود رہ جاتا ہے اور اس کی نشوونما میں حارج نہیں ہوتا اور آیا یہ بہتر ہے کہ اس کی نشوونما بگڑ جائے یا یہ بہتر ہے کہ وہ بہتر نشوونما پاکر قرض کا بوجھ خود بھی اٹھائے۔ ہم اس کے مخالف بھی نہیں ہیں کہ تاکہ ضرورت کے وقت اس احتیاط سے محصول عاید کیا جائے کہ اس کا اثر صرف سرمایہ دار طبقہ پر پڑے ....

صدر المہام بہادر فینانس اس اعتبار سے مبارکباد کے قابل ہیں کہ انہوں نے ایوب فرمایا ہیں تو ہمارا نو ترقی بہبود محکموں کو نظر انداز نہیں ہونے دیا ہے بلکہ ان میں کچھ

اضافہ ہی کر دیا ہے خصوصاً دیہی خوشحالی کے ٹرسٹ فنڈ کے تحت ۳۰ لاکھ کی رقم کی گنجائش قابل ستائش ہے اور گرانی الاونس میں اضافہ کی گنجائش بھی ملازمین سرکار میں طمانیت قلب پیدا کرنے کا بڑا کام کرے گا۔ بجٹ میں ایک لاکھ روپیہ کی مد انسداد رشوت ستانی کے لئے بھی رکھی گئی ہے ہمیں علم نہیں کہ اس کا استعمال کس طرح کیا جائے گا۔

رعیت

۱۳۵۲ف کی کیفیت موازنہ کا خلاصہ آج کی اشاعت میں کسی اور جگہ شائع کیا گیا ہے جس کو کل آنریبل صدر المہام بہادر فینانس نے ایک صحافتی کانفرنس میں بغرض اشاعت صحافت کے حوالے کیا۔ یہ صرف تیسرہ داری تبدیل بندی مالیہ کے ساتویں سہ سالہ تہید کے آخری تیسرے سال کے موازنہ کی کیفیت ہے۔ مرحوم سرا کبری نے ریاست کے مالیہ کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کے باب سے کوئی (۲۰) سال قبل تیسرہ داری جبیل بندی مالیہ کے سہ سالہ تہید کا ایک نظام رائج کیا تھا جس کی ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ اس نظام کے تحت گزشتہ ان دو قرنوں میں کبھی خسارہ رونما نہیں ہوا بلکہ ہر سال بچت کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہمارے یہاں کا نظام قدیم محصول نظام زمینداری یا جاگیرداری کی ایک خصوصیت ہے گو نظام زمینداری یا جاگیرداری باقی نہیں ہے تاہم اس کے یہ خصوصیات ہنوز باقی ہیں۔ استطاعت ادائی نہیں رکھنے یا جن کو استطاعت ادائی کم ہے ان ہی پر حکومت کے مصارف کا بار عائد کیا جائے۔ یہ ایک زمانہ قدیم کی روایت ہے جس پر حیدرآباد میں اب تک عمل ہو رہا ہے۔ مگر اس عرصہ میں دنیا کہیں کی کہیں ہوگئی۔ تصورات زندگی بدل گئے۔ قدیم محصول کا تصور سماجی انصاف تو رہا لیکن حیدرآباد کو یہ پتہ نہیں ہے کہ زمانہ حال کے محصول اندازی کے جدید اصول اختیار کئے جائیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اغراض حاصل رکھنے والی قومیں حیدرآباد میں ابھی تک متحرک نہیں ہیں کہ زندگی کے کسی شعبہ میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ حالانکہ زمانہ کی قوتیں برابر اپنا کام کرتی جا رہی ہیں۔ دراز حیدرآباد کی ان قوتوں کے بدلنے کا منتظر نہیں رہ سکتا۔ ....

اس کے بعد ۳ کروڑ ۲۳ لاکھ (۲۰) ہزار کا خسارہ باقی رہتا ہے جس کی سیرابی کی کوئی یقینی صورت زیر بحث کیفیت موازنہ میں نہیں بتلائی گئی ہے البتہ ایک تجویز تخفیف مصارف کی ہے جس کے لئے حکومت عنقریب ایک کمیٹی کے تقرر کا اعلان کرے گی اور جہاں تک دیگر تدابیر کا تعلق ہے ان کے بارے میں صرف اس قدر بیان پر اکتفا کیا گیا ہے کہ وہ ابھی زیر غور ہیں لہٰذا ان کی نسبت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا تدابیر ہیں۔ بظاہر قرض ہی تدابیر ہو سکتی ہیں کہ یا تو قرض حاصل کیا جائے یا کوئی جدید محصولات عائد کئے جائیں۔ آنریبل صدر المہام بہادر فینانس کا خیال ہے کہ قرض لینا ٹھیک نہیں ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے کہ بڑے بڑے رقم قرض لے کر اور رقم بیسے مصارف سرمایہ کے سوا خساروں کی پابجائی کے لئے قرض لینا اور بالخصوص حیدرآباد جیسے ملک میں جہاں محصولات کا سارا بار بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر غریب عایا پر عاید ہے سود کا مزید بار بالآخر غریب رعایا پر عاید کی جائیگی غریب رعایا تو اس کی متحمل ہے کہ اب کم از

پر صرف ہونے کا جو بار ہے اس کو کم کیا جائے۔

پیام

زیر نظر بجٹ کے تمام مضمرات پر غور کرنے کے بعد یہ مسئلہ اور بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے کہ سال رواں میں اور آئندہ سالوں میں بھی آباد کے بجٹ کا توازن قائم رکھنے کی کیا صورت اختیار کی جائے گی۔ جہاں تک قرضہ لینے کا سوال ہے آنریبل صدر المہام صاحب نے صحیح فرمایا ہے کہ "مالیاتی نقطۂ نظر سے یہ ذریعہ کار صحیح نہیں ہے اور یہ امر کسی طرح مستحسن نہیں ہو سکتا کہ آئندہ نسلوں پر ایسے اسباب کا بوجھ چھوڑا جائے جن سے محض طبقات اس وقت متمتع ہو رہے ہیں۔" درحقیقت قرضہ صرف ایسے ہی کاموں کے لئے حاصل کئے جا سکتے ہیں جن کے متعلق یہ امید ہو کہ ان کا سود بہ آسانی ادا ہو سکے لیکن عام اخراجات کی پابجائی کے لئے قرضوں کا لینا بجٹ پر سود کا ایک ایسا بار عائد کرتا ہے جس کا اثر بالآخر غریب رعایا کی معاشی حالت پر پڑتا ہے۔ اس لئے کہ زیادہ تر آسانی کو سود ادا کرنا پڑتا ہے۔

دوسری صورت جو آمدنی اور خرچ کے موجودہ تفاوت کو دور کرنے کی ہو سکتی ہے وہ یہی ہو سکتی ہے کہ یا تو اخراجات میں اتنی تخفیف کی جائے کہ وہ موجودہ آمدنی کے برابر ہو جائیں یا محاصل میں اضافہ کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک ترقی پذیر مملکت کے اخراجات میں کمی کے بجائے اضافہ کا ہونا لازمی ہے اور حکومت کے موجودہ مصارف میں جتنی بھی کمی کی جائے گی وہ دو چار دس پانچ لاکھ سالانہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ کسی حکومت کی آمدنی اور مصارف میں ایک کروڑ کا تفاوت محض تخفیف اخراجات سے رفع نہیں کیا جا سکتا اس لئے دوران سال میں موازنہ کی موجودہ کمی کو پورا کرنے کے لئے جن تدابیر پر غور کیا جائے گا ان میں جدید محاصل عائد کرنے کا سوال بھی شامل ہوگا۔ ملک کی قدیم روایات اور جدید محاصل کے نفاذ میں توازن پیدا کرنا بہت مشکل تو ضرور ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ قدیم روایات کا لحاظ کرتے ہوئے جدید ضرورتوں کو پورا کرنے کا یہ مشکل کام ایسا نہیں ہے جس کے انجام دینے میں ہمارے نئے صدر المہام فینانس کی قابلیت اور تجربہ ناکام رہے۔ مالیات میں ملک کے مختلف اور متضاد مفادات کا توافق صاحب موصوف کا ایک بڑا کارنامہ ہوگا جس کی ہم ان کی مسلمہ قابلیت سے توقع رکھتے ہیں۔ البتہ اس کام میں موصوف کو ان سرمایہ دار طبقوں کے تعاون کی ضرورت ہوگی جن کو موجودہ غیر معمولی حالات میں اپنی زائد آمدنی کا ایک حصہ رعایا کے ان طبقوں کی فلاح و بہبود کے لئے دینا چاہئے جن کی معاشی زندگی تمام ملک کی اور خصوصاً ملک کے اعلیٰ طبقوں کی معاشی خوشحالی کی اصلی بنیاد ہے۔ یہ فرض خوش حال طبقوں کا ہے کہ وہ اس معاملہ میں ملک و مالک کی حکومت کو اپنا ادنیٰ فرض تصور کریں اور خود آگے بڑھ کر یہ کہیں کہ ہم اپنے معمولی منافع سے زیادہ حاصل کر رہے ہیں (اس لئے) ہم اس فرض کی ادائی میں حصہ دار ہیں۔

صبح دکن

بہرحال حالات نہایت نازک ہیں، وقت نے ذمہ داری کا بوجھ حکومت اور عوام دونوں پر ڈال دیا ہے۔

اگر ایک جانب حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ زمانہ کا ساتھ دے اور حالات پر قابو رکھے تو دوسری طرف اہل ملک بھی اس فرض سے سبکدوش نہیں ہیں کہ جائز اور مفید معاملات میں حکومت سے تعاون کریں۔ اہل ملک سے ہماری مراد خاص طور پر ایسے دولت مند حضرات بھی ہیں جو اپنی ضرورت سے زیادہ سرمایہ رکھتے ہیں۔ ان سب کا ایک ہی مقصد ہونا چاہئے اس لئے کہ مقصد کا اشتراک ہی حقیقی معنوں میں ملک کی فلاح و بہبود اور مالک کی خیرخواہی و وفاداری کا واحد ضامن ہے۔

نظام گزٹ

دوسری صورت ہمارے میزانیہ کو غیر معمولی حالات میں متوازن رکھنے کی قرضہ کے ذریعہ تکمیل کی ہے۔ ہنگامی حالات میں انسان اس پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنی پس انداز رقموں کو صرف کرے اور جب اس سے بھی کام نہیں چلتا تو قرض لینے کی نوبت آتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرض کوئی اچھی چیز نہیں لیکن ناگزیر حالات میں اس کے بغیر کام چلنا بھی دشوار ہے۔ معزز صدر المہام نے موازنہ کو متوازن رکھنے کے لئے قرض کے متعلق اپنے زاویہ نظر کو بھی پیش کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ "صورت حال سے نپٹنے کا دوسرا طریقہ جو ممکن ہے ..... زائد مصارف کی پابجائی کے لئے قرض حاصل کیا جائے یا یہ کہ بصورت دیگر نقدی سلک سے کام لیا جائے جو زیادہ تر امانتوں یا نیم عارضی نوعیت کے سرکاری قرضوں کی کفالتوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ مالیاتی نقطہ نظر سے یہ طریقہ کار صحیح نہیں ہے اور یہ امر کسی طرح مستحسن نہیں ہو سکتا کہ آئندہ نسلوں پر ایسے اسباب کا بوجھ چھوڑا جائے جن سے محض طبقات اب تک متمتع ہو رہے ہیں۔" جہاں تک حقیقی مالیاتی نقطہ نظر کا تعلق ہے ہمیں معزز صدر المہام کی رائے سے اتفاق ہے لیکن ان ہنگامی حالات میں جس کا بار سب سے زیادہ موجودہ نسل پر پڑ رہا ہے آئندہ نسلیں کس طرح متاثر ہو سکتی ہیں۔ یہ صورت تو اس وقت پیش آتی جب ہم فرض کر لیں کہ غیر معمولی حالات دائمی طور پر قائم رہیں گے۔ جنگ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب ختم ہوگی۔ لیکن یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حالات زیادہ عرصہ تک برقرار نہیں رہ سکتیں آئندہ نسلیں ہمارے موازنہ کے اثاثوں کے سرچشمے سے سیراب ہوتی رہیں گی۔ اس سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم دولت مند طبقہ کو ان مصائب کی حالت میں ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھنے کے قائل ہیں بلکہ اس کی ضرورت ہے کہ مالیاتی تنظیم میں اس مسئلہ کے ہر دو پہلو پر غائر نظر ڈالنے کے بعد درمیانی راہ نکالی جائے جو تدبر و بصیرت کا اقتضاء ہے۔

ہندوستان کا سیاسی تعطل

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

کے ساتھ چاہتا ہوں کہ برطانوی حکومت خود ارادیت کے اس حق سے اتفاق کرے۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمان ہندوؤں کی طرح برطانوی حکومت کی مطلق العنان قیادت کے تحت ہندوستان کی حکمرانی سے مساوی طور پر غیر مطمئن ہیں اور صورت حال کے خلاف گو مساوی طور پر محسوس کرتے ہیں ...... ان رقبوں کے حق خود ارادیت کی تائید کے لئے جہاں مسلمان غالب اکثریت میں ہیں میں ہمیشہ تیار رہا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قربانی بھی کی ہے۔ میں نے ایک علحدہ خودمختار مملکت کے قیام کے حق کی تائید کی ہے۔ کانگریس نے یہ حق عطا کیا ہے بلاشبہ بادل ناخواستہ لیکن ایسے الفاظ میں جو کسی شبہ کو جگہ نہیں دیتے۔"

مسٹر جناح کا رد عمل

مسٹر جناح نے جو بیانات جاری کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ... مسٹر جناح نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ گاندھی جی ان سے ملاقات کرکے اپنی اسکیم پر بحث کریں اور اس کا تجزیہ کریں۔ بلکہ مسٹر جناح کے خیال میں اخباری بیانات سے آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ راجہ جی مسٹر جناح کے مشورہ کو قبول کرکے ان سے ملاقات کرنے دہلی جائیں گے یا نہیں۔

مسٹر جناح نے مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ تمام جماعتیں جن میں حکومت بھی شامل ہے مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کریں اور یہ وعدہ کریں کہ شمال مغربی اور جنوب مشرقی منطقوں میں بسنے والے مسلمانوں کی رائے عامہ کے فیصلہ کی پابندی کریں گے (جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں) اور اس کو رو بہ عمل لائیں گے۔ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ مسٹر جناح نے اپنے مطالبہ میں کس قدر ترمیم کی ہے اور عام رائے عامہ میں سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو شامل کرنے کے بجائے اس کو صرف ان حدود تک محدود کر رہا ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہے۔

مسٹر جناح کے اس بیان کے فوراً بعد ہی راجہ جی نے مدراس میں تقریر کرتے ہوئے مسلم لیگ کے شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی اور یہ بتلایا کہ عارضی مرکزی حکومت کے قیام سے مطالبہ پاکستان کا قبل از جنگ تصفیہ نہیں بلکہ یہ مطالبہ برقرار رہتا ہے۔ راجہ جی نے حکومت برطانیہ سے بھی اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے مطالبہ کو قبول کرے۔ انہوں نے استدلال کیا کہ عارضی مرکزی حکومت کو مجلس مقننہ کے آگے ذمہ دار قرار دینے سے ہندو اکثریت کا تسلط قائم نہیں ہو سکتا۔ راجہ جی کی اس ساری بحث سے مسٹر جناح کو تشفی نہیں ہوئی کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ مسائل اخباری بیانات سے طے نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے تصفیہ کے لئے باہمی ملاقات ضروری ہے۔

شعر بازی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

نیچے کیلی جالی کا بچے لیتی رنگ کا کرتا بنارسی شیروانی کا شبا ہوا پیجامہ ہوتے ہیں گھونگھرو والے پٹوں پر ٹپکی کی تکے دار ٹوپی بھی ہوتی۔ ہاتھوں میں مہندی کا اور نوں گورے کی انگوٹھیاں۔ شربلی سرمگین نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا، بائیں ہاتھ سے پردہ کر کے آنکھوں ان میں بال ٹھونسا۔ باریک رومال سے ہونٹ اور ماتھی پاک کیں اور مسند پر وزنی کیا سرغزل کا مانتا نکالا کہ یوں عرض کروں۔

تولیدہ وزبانی سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں۔ عرض کرتا ہوں

جلا تے ہوئے تارے کیا ہیں
تکبے چھول تر سے بستر کے

"واہ وا کا شور بلند ہوا۔ مجن صاحب تسلیمیں کرتے کرتے دوہرے ہوگئے۔

"دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔ خار کو گل کے قریب دیکھ کے میں یہ سمجھا
پہنچتے پہنچتے بلبل کی زبان سوکھ گئی

سبحان اللہ نواب صاحب پھر ارشاد ہو۔" مجن صاحب نے مکرر شعر سنایا۔ یہ آخری ہے۔

نازکی ختم ہے ان پہ جو یہ فرماتے ہیں
فرش مخمل پہ مرے پاؤں چھلے جاتے ہیں

داد تسلیمیں بجاتے ہوئے سینہ پر پچھے خس کی تکیہ چھپلے سمت سے اپنی نشست پر آگئے۔ بیا حاجی جی خاموش تھے ۔ ماشاء اللہ کہنے لگے آپ کس شعر پڑھتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا وہ حسن پر بطور انور گر رہا ہے۔ جی"

مجن صاحب کا کلام ابھی کانوں میں گونج ہی رہا تھا کہ ایک گوشہ سے صدا آئی کہ "سا ہو کیا اب ہم نہ سنانے پاویں گے۔ دو تین تو کلیہ شعراے میں وہ بھی باسی ہوئے جاتے ہیں" (اسب نے کہا)" آئیے تشریف لائیے بسم اللہ ضرور ضرور۔ دیکھا تو تکیے سے کرتے اور باریک دہوتی میں ایک لالہ صاحب "بندگی عرض کمترین" کرتے ہوئے مسند پر آ گئے دریافت کیا گیا "اسم گرامی" صاحب اسم گرامی تو بھگت سہے لالہ ہزاری لال تمیم کا پیشہ سے گیارت دوسرے۔ فرزند فرزند منشی بہاری لال صاحب آنجہانی ذات اعلیٰ ساکن و زمیندار قصبہ پالی پرگنہ تحصیل شاہ آباد ضلع ہردوئی۔ شاگرد خاص وہ شاد خود مدظلہ۔

"آپ کا تلم چھے یا چورن والے کی بانی۔ اور یہ آنجہانی مرحوم مدظلہ سماں۔ بی ای اے" حاجی صاحب کا نزول ہیں اور یہ نیا لالہ صاحب ذرا کو کہلائے۔ مگر ہم نے بیکھ کر سماں مختصر کر دیا کہ "ہاں منشی جی ارشاد"۔ "میں صاحب ہم گھر سے جلدی کے مارے ایک ہی مطلع لائے پائے مگر ہے کہ ہے مطلع آفتاب۔ تکمیے گل ہی تو پڑا کہتا ہے۔

مترش سوت دامن دریا کر گئی
کشتی کا بادبان شیرازہ کر گئی

سمجھو صاحب۔

"دوسرے کا قید پہ تعجب ہوا۔

منشی جی مطلع تو دو حقیقت نایاب ہے مگر یہ شعر کیا مطلب نے اب کیا بتاؤں۔ آپ سے صاف جو ہے کہ فارسی

میں موتی بہت ہیں کہ نہیں۔ پھر وہ کی مادہ مشہور ہوئی کہ اور کوئی۔ اب تازہ فکر اور ساعت ہو رہے جائے۔ شعر قابل شنیدن ہے

"ستارے داغ ہیں رخ تاباں پہ اس طرح
ناز کہ کہکشاں ہے کسی آسمان پر"

بزم تھی کہ روشن سمجھو ترجمی ہوتی تھی۔ لالہ صاحب نے فرمایا کہ "آپ تو ہم کو فاروں میں گھسیٹ رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوئے۔ سکھیے لیلیٰ آہ یاہے وحشت میں۔ ناقہ مجنوں دیوانہ ہو گیا"

"منشی جی واہ۔ مضمون تو خیر سبحان اللہ مگر لیلیٰ کا ناقہ۔ تو ستا تھا یہ مجنوں کا ناقہ آج تاریخ میں اضافہ ہوا" "کے اب ہم تو شعر کہتے ہیں تاریخ تو لکھت نہیں ہیں۔"

"اور منشی صاحب یہ آپ نے لیلیٰ کو مذکر باندھ دیا تبلہ یہ تو حاجی اور قیاسی دونوں طرح پر موت ہے۔ پھر اس میں ہم نے کیا غلط کیا۔ آج تک اُردو میں کوئی معشوق مونث بنا ہوتے تو سنا ہے۔ اب وہ گئی یہ عورت مرد کی لڑائی تو بھیا یہ تو دلی لکھنؤ ہی والوں کو مبارک ہوئے۔ عورت ہو کہ مرد ہم کو اچھا معلوم ہوا اٹھائے کے شعر میں باندھ دیا۔

اس مرتبہ تو حاجی صاحب بالیقین تنبیہ الغافلین ہی سنبھلتے اور لالہ صاحب کا کلیجہ منہ کو آتا ہوں دیتے ہو ہم نے کہا کہ حضرت تعریف ہو چکی دو تین شعر ہیں بیٹھے بیٹھے ہو گئے ہیں۔ قافیہ جب حال ہے ملاحظہ ہوں۔

دست جاناں سے اڑا جاتا ہے
قالب رنگ حنا یا گل ہے
ہنس کے بولی کہ حسینوں کے نصیب
ان کی قسمت میں لکھا یا گل ہے

حاجی صاحب بولے "اماں آوارہ تم تو کوئی اسم با مسمیٰ معلوم ہوتے ہو مگر یاد رکھو کہ ہم شمس العلماء میں شعر اک ختم ہوئی۔ اگر کسی شعر پر شبہ ہو کہ آپ کیا ہے تو براہ کرم اپنا بیان علمی بیچ کر اس شادم کا مادر و ہوئی مٹھائی لیجیے ورنہ خطا معاف۔ آپ جانتے ہیں۔

"ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند"

سونا اور چاندی کی برآمد پر قیود

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو صدر اعظم بہادر باب حکومت کو تحت قاعدہ (۵) ضمن (۲) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی حاصل ہیں سونا یا چاندی عام از یں کہ وہ سکہ رائج الوقت یا سلاخ یا گنڈی (سادات یا غیر ساخت شدہ) کی شکل میں ہو سررشتہ فینانس سرکار عالی یا آپ کے مقرر کردہ کسی عہدہ دار کی اجازت کے بغیر کوئی شخص شکلی یا بحری یا ہوائی ذریعہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی کے باہر ساتھ لیجانے یا روانہ کرنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص سونا یا چاندی عام از یں کہ وہ کسی شکل میں ہو ممالک محروسہ سرکار عالی کے باہر اپنے ساتھ لیجانا یا بھیجنا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ عہدہ دار مقتدر کے پاس ایسے برآمد شدنی سونے یا چاندی کو لے جانے یا بھیجنے کے وجوہ اور اس کی تفصیلات کو تحریری طور پر درج درخواست کر کے اجازت نامہ برآمد حاصل کرے۔

(۳) جب کوئی شخص ممالک محروسہ سرکار عالی سے باہر جانے کا ارادہ کرے لہ ایسے شخص کو اعلان ہذا میں آئندہ مسافر سے موسوم کیا گیا ہے) یا کوئی شخص ذریعہ ڈاک یا ریلوے کوئی پارسل روانہ کرنا چاہے (ایسے شخص کو اعلان ہذا میں آئندہ مرسل سے موسوم کیا گیا ہے) تو اس پر لازم ہوگا کہ ایسے موقع پر اگر کوئی عہدہ دار کروڑگیری سرکار عالی اس سے مطالبہ کرے تو۔

(الف) مذکورہ بالا سونے یا چاندی کی تفصیلات سے جس کو وہ اپنے ہمراہ لیجانا چاہتا ہو اس کو مطلع کرے اور

(ب) عہدہ دار مذکور کے معاینہ غرض سے مذکورہ بالا سونے یا چاندی یا اجازت نامہ مندرجہ فقرہ (۲) اعلان ہذا اگر کوئی ہو پیش کرے۔

(۴) سررشتہ کروڑگیری کا کوئی عہدہ دار یا ایسا شخص جس کو عہدہ دار مذکور نے اس بارہ میں مقتدر کیا ہو مجاز ہوگا کہ

الف ایسے سامان کا جس کو مسافر اپنے ساتھ لیجا رہا یا جس کو مرسل روانہ کرنا چاہتا ہو بہ غرض معاینہ کرے یا اس کی تلاشی لے کہ مذکور الصدر سونا یا چاندی قیود اعلان ہذا کے خلاف ساتھ لے جایا یا بھیجا نہیں جا رہا ہے۔

ب۔ مذکور الصدر سونے یا چاندی کو جو قاعدہ (۳) کے بموجب معاینہ کے لئے پیش کیا گیا ہو یا تلاشی لینے پر پایا جائے اپنے قبضہ میں لے لے جب کہ ایسا سونا یا چاندی فقرہ ہذا کی خلاف ورزی میں مسافر اپنے ساتھ لیجانا یا مرسل روانہ کرنا چاہتا ہو۔

(۵) قاعدہ (۳) بالا کے بموجب مذکورہ بالا سونے یا چاندی کے متعلق اطلاع دینے یا اس کو پیش کرنے کا حکم دیئے جانے پر اگر کوئی شخص عمداً غلط اظہار کر دے یا اس کا بیان صحیح نہ ہو تو یہ قصد کیا جائے گا کہ اس نے قاعدہ ہذا کی خلاف ورزی کی ہے۔

(۶) اعلان ہذا کے تحت مذکورہ بالا سونا یا چاندی جو قبضہ میں لی جائے گی اس کے متعلق ایسا عمل کیا جائے گا جس کو عہدہ دار مقتدر نگرانی مناسب تصور کرے۔

۳۔ (۷) اگر کوئی شخص اعلان ہذا کے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کرے تو اس کو قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد پانچ سال تک ہو سکے گی اور اس پر جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔

پس اگر کوئی شخص سونا یا چاندی عام از یں کہ وہ کسی شکل میں ہو ممالک محروسہ سرکار عالی کے باہر اپنے ساتھ لے جانا یا بھیجنا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ ایسے برآمد شدنی سونے یا چاندی کو لے جانے کے وجوہ اور اس کی تفصیلات کو تحریری طور پر درج کر کے درخواست دفتر معتمدی فینانس سرکار عالی (شاخ وسایل) واقع سیف آباد میں پیش کرے اور اجازت نامہ برآمد حاصل کرے۔

درخواست مذکور سادہ کاغذ پر باستثنائے ایام تعطیلات اوقات دفتر میں پیش کی جا سکتی ہے اور اعلام کیا گیا ہے کہ اجازت نامہ مذکور کی اجرائی بلا تعویق عمل میں لائی جائے۔

(معلومات عامہ)

مسلم لیگ کونسل کا اجلاس

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

برطانیہ کے روش بھی ناقابل فہم ہے۔ چونکہ ایک جماعت سے ایک بے معنی راستہ اختیار کیا ہے اس سے حکومت برطانیہ انتظار کرو اور دیکھو کی اسکوئیو کی پالیسی پر کاربند ہے۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ وقت گزرتا جارہا ہے ہماری سرحدیں محفوظ نہیں ہیں۔ ہمارے میدان جنگ خطرے سے دور نہیں ہیں۔ انتظار کرو اور دیکھو کی پالیسی ایک زبردست غلطی ہے جو حکومت برطانیہ سے سرزد ہو رہی ہے جس قدر جلد وہ اپنی پالیسی پر غور کرے اور نظرثانی کرے بہتر ہے۔ برطانیہ کو چاہیے کہ ہماتا فیر مسلمانوں کے مطالبہ کو قبول کرے جو ہمارے لئے بھی اور ہندوؤں کے لئے بھی مبنی بر انصاف ہے اگر یہ مطالبہ قبول کرلیا جائے تو میرے خیال میں حکومت برطانیہ کی نیک نیتی ثابت ہوجائے گی اور یہ واضح ہوجائے گا کہ برطانیہ جہاں تک جلد ممکن ہو باشندگان ہند کو آزادی دینا چاہتا ہے۔ اور میرے خیال میں ہندوستان راے عامہ کے آگے اس موقف کی مدت میں کرسکے گا کیونکہ یہ اس کے لئے بھی مبنی بر انصاف ہے۔

محمد یسین پرنٹر مطبع ... میں طبع ہو کر دفتر حکمت سانچہ توپ سے شائع ہوا۔